رسائل و مسائل

مدیر "بینات" کی بہتان تراشی

ملک غلام علی صاحب

سوال:۔ ماہنامہ "بیّنات" علامہ بنوری ٹاؤن کے مدیر آج کل مولانا محمد یوسف ہیں۔ ان کے قلم سے "بینات" کا ایک خاص شمارہ رجب شعبان ۱۳۹۹ھ میں چھپا تھا جسے اب دوبارہ کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

اس کے صفحہ نمبر ۱۲۸ پر مولانا مودودیؒ پر تنقید کا آغاز یوں کیا ہے:

"وہ جب تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اُٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور جب وہ اہلِ حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے، مولانا مودودی کا قلم حریم نبوت پہنچ کر بھی ادب ناآشنا رہتا ہے اور وہ بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں:

"موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کیے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔"

(رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۹، عدد ۴، ۵)

یہ منسوب کردہ عبارت چونکہ کسی کتاب کی بجائے ترجمان کے ایک پرانے رسالے سے نقل کی گئی ہے اس لیے یہ تحقیق کرنا دشوار ہے کہ اسے صحیح طور پر نقل کیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر

یہ رسالہ آپ کے پاس ہو تو آپ سے دیکھ کر حقیقت واضح کریں اور ضروری تشریح ترجمان ہی میں کر دیں تاکہ سب کے لیے باعث اطمینان ہو اور مولانا مرحوم اور تحریک اسلامی کے خلاف سوئے ظن کا جس حد تک ممکن ہو ازالہ و سد باب ہو۔

جواب: مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے ترجمان القرآن جلد ۲۹ عدد ۴ ستمبر ۱۹۴۶ء شوال ۱۳۶۵ھ کی عبارت کا جو ٹکڑا مولانا مودودی کی جانب منسوب کر کے اور عدل و انصاف اور دیانت و متانت کا دامن چھوڑ کر اس پر حاشیہ آرائی کی ہے، وہ عبارت مولانا مرحوم کی نہیں ہے، بلکہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کے تحریر کردہ اشارات کا ایک حصہ ہے، پھر اس اقتباس کو نقل کرتے وقت بھی خیانت اور قطع و برید سے کام لیا گیا ہے۔ مولانا اصلاحی کی عبارت درج ذیل ہے:

"ایک داعی کا جس طرح یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے احکام و قوانین سے آگاہ کرے، اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ لوگوں کی تربیت بھی کرے، تاکہ اس کی تعلیم لوگوں کے فکر و عمل کے اندر اس طرح راسخ ہو جائے کہ سخت سے سخت آزمائش میں بھی ان پر اس کی گرفت قائم رہ سکے۔ جو داعی صرف تعلیم کے پہلو پر نظر رکھتا ہے اور اس چیز کا شوق اس پر اس قدر غالب ہو جاتا ہے کہ تربیت کے لیے جو صبر و انتظار مطلوب ہے اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال اس جلد باز فاتح کی ہے جو اپنے اقتدار کے استحکام کی فکر کیے بغیر مارچ کرتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس طرح کی جلد بازی کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ایک طرف وہ فتح کرتا ہوا آگے بڑھے گا، دوسری طرف اس کے مفتوحہ علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح بغاوت پھیلے گی۔"

ہر منصف مزاج جب مولانا اصلاحی کی عبارت اور مولانا لدھیانوی کا منقولہ حوالہ کھلے دل اور کھلی آنکھ سے پڑھے گا، وہ دونوں میں نہایت واضح اور بین تفاوت محسوس کرے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی تدلیس و تحریف کیوں کر، کیسے رونما ہوئی؟ یہ معاملہ دو حالتوں سے خالی بہرحال نہیں ہو سکتا۔ یا تو مولانا لدھیانوی کے سامنے اصل ترجمان القرآن کا شمارہ موجود تھا اور آپ نے عمداً، دیدہ و دانستہ مولانا اصلاحی کی عبارت کو مولانا مودودیؒ کے سر چپک دیا اور لگے ہاتھوں عبارت میں بھی حسب منشا کتر بیونت کا عمل فرما دیا۔ کیونکہ صراط مستقیم پر لوگوں کو گامزن کرنے کے لیے انہیں "مودودی" سے

تنقید و تنقیح کرنا بہرصورت ناگزیر ہے۔ دوسری صورت اور امکان یہ بھی ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب کے سامنے ترجمان القرآن نہیں تھا اور کسی دوسرے معاند مکار نے مولانا اصلاحی کی عبارت کو مسخ کر کے اور اسے مولانا مودودی کی تحریر بنا کر پیش کر دیا تھا۔ جیسے مولانا لدھیانوی نے جوں کا توں بلا "تامل" "بینات" میں دے دیا۔ اور اب تک برابر کتابی ایڈیشنوں میں دے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن اس دوسری صورت میں بھی امانت و دیانت کا ادنیٰ تقاضا یہ تھا کہ اصل ترجمان پڑھنے کی زحمت گوارا کی جاتی۔ ترجمان کی پرانی فائلیں نایاب نہیں ہیں، بہت سے قارئین کے پاس دستیاب ہیں۔ ترجمان القرآن کے دفتر کو خط لکھ کر حقیقت حال بآسانی معلوم کی جا سکتی تھی۔ لیکن اس تکلیف کے بغیر محض کسی غیر ذمہ دار ناقل کی روایت کو آگے نقل کر دینا اور ملک کے داخل و خارج میں ہزاروں ناظرین کو یہ باور کرا دینا کہ مولانا لدھیانوی نے یہ عبارت بلا کم و کاست اور براہ راست ترجمان سے نقل کی ہے اور یہ مولانا مودودیؒ کے قلم سے نکلی ہے، کیا یہی وہ معیار ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ "اختلافات کو اس معیار پر جانچا گیا ہے اور منصف شخص کے لیے حق کی تلاش میں کوئی دقت نہیں رہ جاتی"۔ کیا دروغ بر گردنِ راوی کہہ کر ایسی تلبیس و تدلیس آپ کے لیے جائز ہو جائے گی۔ حالانکہ آپ خود اس دروغ کے راوی بن رہے ہیں اور آپ کے اور ترجمان کے مابین کوئی دوسرا راوی ہے تو آپ اسے حذف کر رہے ہیں۔ کیا یہ فرمانِ نبویؐ آپ کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا کہ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع؟

پھر معاملہ خواہ مولانا مودودیؒ، مولانا اصلاحی یا شخصِ دیگر کی تحریر کا ہو، اصل چیز جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ صاحبِ تحریر نے اپنی زندگی میں کچھ اور بھی لکھا ہے یا اس کا قلمی سرمایہ بس ان دو چار فقروں پر مشتمل و منحصر ہے جنہیں بنیاد بنا کر اس کے برسرِ حق یا برسرِ باطل ہونے، اس کے ہدایت یافتہ ہونے یا مبتلائے ضلالت ہونے کا فتویٰ رسید کیا جا رہا ہے؟ بالخصوص موضوعِ زیرِ بحث پر اگر لکھنے والے نے دوسرے مواقع پر اظہارِ خیال کیا ہو اور وہ بھی تحریری شکل میں موجود ہو، تو اس سے آنکھیں بند کر لینا پرلے درجے کی ناانصافی اور تعدی ہے جس کا آج کل مسلمانوں کا ہر دینی و مذہبی گروہ ارتکاب کر رہا ہے اور فریقِ ثانی کے ساتھ وہی ظلم و زیادتی روا رکھ رہا ہے جس کے شکار ہونے کا رونا وہ خود رو رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے اکابر دیوبند کے تحریری ٹکڑوں پر کیا تکفیر و تفسیق

کا حکم نہیں لگایا گیا؟ ایک مرتبہ تو مفتی دیوبند نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مشہور تصنیف "تصفیۃ العقائد" کی ایک عبارت پر فتوے کفر جڑ دیا۔ بعد میں جب یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ تحریر تو حضرت نانوتوی کی ہے تو مفتی صاحب کی حالت قابل دید اور قابل رحم تھی۔

مدیر بینات اور قارئین بینات نے اگر اپنی آنکھوں پہ پٹی نہیں باندھ لی اور دل کے دروازوں پر تالے نہیں ڈال دیے تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کی تفاسیر اور دوسری تحریریں تعصب و تخرب سے مادر ہو کر پڑھیں اور پھر خدا اور محاسبہ آخرت سے ڈرتے ہوئے خدارا دوبارہ فیصلہ کریں کہ یہ تحریریں اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیائے کرام کی ذوات عالیہ پر ایمان اور ان کا احترام و اکرام سکھاتی ہیں یا صراط مستقیم سے ہٹاتی اور دور بھگاتی ہیں؟ جہاں تک مولانا اصلاحی کی تحریر مذکور کا تعلق ہے، یہ ایک طویل سلسلہ اشارات کا جزو ہے۔ جن کے لیے ترجمان کے قدیم شمارے تلاش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ پورے مباحث کتابی شکل میں "دعوت دین اور اس کا طریق کار" کے زیر عنوان چھپ چکے ہیں۔ اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی قائم کردہ مرکزی انجمن خدام القرآن سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مولانا اصلاحی صاحب کی جس محرف عبارت کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے، اس میں بیان کردہ مضمون کو مولانا اصلاحی اپنی تفسیر تدبر القرآن میں مختلف مقامات پر نئے پیرائے یا انداز میں بار بار واضح کر چکے ہیں مثلاً سورۂ طٰہٰ (آیت ۸۴) کی تفسیر (تدبر القرآن جلد چہارم ص ۲۱۲) یہ فرماتے ہیں:

> "یہ بات ہم جگہ جگہ ظاہر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام سے اگر کوئی لغزش صادر ہوتی ہے تو وہ اتباع ہویٰ کی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی کبھی وہ حق اور خدا کی رضا طلبی کی راہ میں حد مطلوب سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز فی نفسہٖ کوئی برائی نہیں ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ میزان حق ہوتے ہیں اور ان کا ہر قول و فعل دوسروں کے لیے نمونہ ہوتا ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح کی باتوں پر بھی گرفت فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی اس عجلت پر بھی گرفت ہوئی۔"

مدیر بینات نے جو ٹکڑے مولانا اصلاحی یا مولانا مودودی کی تفسیر سے کاٹ کر دیے ہیں۔ ان میں انبیائے کرام

کی جن بعض زلّات کا ذکر ہے اُن کی حقیقت و ماہیت وہی ہے جو مولانا اصلاحی کے الفاظ میں اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ جو شخص بھی ان مقامات پر آیات کی تشریح کرے گا، بہر حال وحی کی زبان میں کلام نہیں کرے گا، نہ قرآن و حدیث کے الفاظ دہرائے گا۔ کوئی متقی و متدین مسلمان بارگاہِ الٰہی یا بارگاہِ نبوی میں گستاخی و بے ادبی کی جرأت بلکہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور کرے تو اس کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ اس لیے جو حضرات اپنے لیل و نہار دین ہی کی خدمت میں بسر کرتے ہیں، انہیں دوسرے خادمانِ دین کے بارے میں لب کشائی اور خامہ فرسائی کرتے ہوئے اتنی بدگمانی سے تو کام نہیں لینا چاہیے کہ انہیں اپنے اور اپنے مخصوص گروہ کے ماسوا ہر شخص غلام احمد پرویز اور غلام احمد قادیانی نظر آنے لگے۔

حرفِ آخر کے طور پر میں مولانا لدھیانوی کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اسلامی مملکت اور سرزمین پاکستان میں ایسے افراد بھی دندناتے پھر رہے ہیں جو علانیہ یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ "خدا مجرم ہے"، "تمہارے فرشتوں کی ایسی کی تیسی، تم اور تمہارے فرشتے سب فراڈ ہیں"، "اس خدا پر ہم قدرت حاصل کر لیں گے"، "خدا انسان کے خلاف کفر بکتا ہے" (معاذ اللہ)، "آدمی کو آدمی سے لڑا لینے والا خدا"، "خدا کو انصاف کی عدالت میں پیش کرو۔ میں اُسے مجرم قرار دیتا ہوں"۔ ایسی کفریات و ہفوات اسی شہر سے چھپ کر شائع ہوتی ہے جہاں سے "بینات" نکلتا ہے۔ لیکن اہل دین کی باہمی خانہ جنگی نے ان اعدائے دین اور ننگِ انسانیت شیطانوں کی راہ کشادہ کر رکھی ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار۔